السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

راقم السطور نےاپنےایک مضمون میں حدیث عبداللہ بن عمر لایحل لثلاثۃ نفر یکونون بالرض فلاۃ الاامرو اعلیھم احدھم (مسند احمد) سے وجوب نصب امیر ولزوم امارت پر استدلال کیا تھا۔اس مضمون بر مولانا نے تعاقب کرتے ہوئے حدیث مذکورہ بر یہ یہ کلام کیا ہے کہ اس کی سند میں عبداللہ بن لہیعہ واقع ہیں وارہ ضعیف ہیں۔ چناں چھ امام ترمذی نے ان کے بارے میں یہ لکھا ہے ہو ضعیف عن اہل الحدیث میں اس نے حسب ذیل جواب دیا ہے:

(1) کہ امام ترمذی نے کتاب العلل میں ان کے متعلق قدروری عنہ غیر واحد من الائمۃ لکھا ہے اورتذکرۃ الحفاظ میں بہت سے ائمہ کی توثیق موجود ہے۔ تقریب (ص:186) میں یہ صدوق سے یاد ئےگئے ہیں۔ بس اس صورت میں ان کی توثیق وتعدیل موجود ہے۔ مولانا عبدالحئی لکھنوی مرحوم کے فیصلہ کی روشنی میں ان یک حدیث درجہ حسن سے نازل نہیں ہوسکتی۔ امام الکلام میں لکھا ہے۔ وقدعارضھا تعدیل جمع من ثقات الائمۃ فحدیشہ لاینحط عن درجۃ الحسن

(2) (دوسرے یہ امر کہ اجن لوگوںنے ان کو ضعیف کہا ہے انہوں نے ان کی نسبت کوئی جرح مفسر نہیں بتائی ایسی جرح مبہم کا کوئ ایثر نہیں ہوگا۔۔ انا لجرح لا یبت اذا فسر سببہ (مقدمہ ابن الصلاح

(3) سوزمیہ امر کہ اس حدیث کی تضعیف محدثین معتبرین میں سے کسی نے نہیں کہ۔ اس حدیث کو علامہ ابن تیمیہ نے منتقی میں صاحب نیل نے نیل میں نواب صدیق حسن صاحب مرحوم نے حجج الکرامہ وغیرہ میں نقل کیا ہے ہے۔ اوروجوب امارت پر ہر سہ محدثین نے اسی حدیث کو سند ٹھرایا ہے اور کسی نے کچھ کلام وجرح نہیں کی بس ایپی روایات میں جرح کرنے سے ہرج عظیم واقع ہوگا

مثال کے طور پر دیکھئے حدیث ابن لہعیہ سے پہلے حدیث جابر ہے جس میں محمد بن اسحاق واقع ہیں۔ امام مالک ان کو دجال کذاب کہتے ہیں امام بخاری وغیرہ امام الحدیث کہتے ہیں اورباوجود اس جرح وتوثیق کے ہر دواقوال کے حدیث جابر کو امام ترمذی نے اصح قرادیا ہے۔ محض جرح کو سامنے رکھ کر حدیث کورد کرنا ہرج عظیم کا باعث ہے۔ بہر حال میں نے ابن لہیعہ کے متعلق جوالات بالا کو لکھا ہے اگر صحیح ہو تو تصویب فرمایئے

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

عبداللہ بن لہیعہ کی توثیق اوران یروایت کردہ حدیث امارت کے قابل احتجاج ہونے کے متعلق آپ نے جتنے وجو لکھے ہیں میرے نزدیک سب مخدوش ہیں۔

(1) امام ترمذی کے العلل میں ابن لہیعہ اور ان جیسے دوسرے رواۃ کے متعلق قدروي عنهم غیر واحد من الائمۃ لکھنے سے آپ نے یہ سمجھ لیا آئمہ ثقات کا کسی راوی سے حدیث روایت کرنا اس کے ثقہ ہونے کو مستلزم ہے۔ لیکن یہ خیال غلط ہے حافظ فتح الباری میں لکھتے ہیں: روایۃ العدل لیست بمجردھا توثیقا فقدروی ابو حنیفۃ عن جابرا لجعفی وثبت عنہ انہ قال : مارأیت اکذب منہ ائمہ ثقات کے ضعفاء سے حدیث روایت کرنے کے وجوہ شرح للنووی مصر میں بغوراورامام ترمذی نے العلل میں چودہ فائدے بیان کئے ہیں۔ پانچواں فائدہ: وقدروی غیر واحد من الائمۃ عن الاضعفاء ویبنوا للناس احوالہم سے شروع ہوکر واشد مایکون ہذا اذالم یحفظ الاسناد فزاد فی الاسناد ونقص أوغیر الاسناد اوجاء بما یتغیر فیہ المعنی پر ختم ہوا ہے اس کو پورا پڑھیئے۔ ایسے رواۃ کے متعلق جو مخلط یا سیٔ الحفظ ہوں یعنی حفظ میں کمزوری ہونے ک بینا پر ان میں کلام کیا گیا ہو صحیح فیصلہ یہی ہے کہ تفرد کے وقت ان کی روایت سے کسی چیز وجوب یا حرمت پر احتجاج نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ ان کی ورایت بطور اما ئشید وتقویت واعتقاد واعتبار کے ذکر کی جاسکتی ہے۔ افسوس ہے آپ نے ترمذی وکذلک من تکلم من أہل العلم فی مجالد بن سعید، وعبد اللہ بن لہیعۃ وغیرہما، إنما تکلموا فیہم من قبل حفظہم وکثرۃ خطئہم وقدروی عنہم غیر واحد من الائمۃ، فإذا تفرد أحد من ہولاء بحدیث ولم یتابع علیہ لم یحتج بہ

میرے نزدیک بیہقی کا یہ قول بالکل صحیح ہے: اجمع اصحاب الحدیث علی ضعف ابن لہیعہ وترک الاحتجاج بما ینفرد بہ کذافی التلخیص اور حافظ ہیثمی کا ان کے بارے میں یہ فیصلہ حدیثہ حسن مخدوش ہے-وہذا کما قال فی حدیث ابن عباس عند احمد 1/256 ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ثواب واحد لخ رجالہ من رجال الصیح مع ان فی سندہ حسین بن عبداللہ بن عبیداللہ ولیس ہو من رجال الصحیح ولاروي لہ واحد من صاحبی الصحیحین بل ہو ضعیف بے شک ابن لہیعہ کے متعلق تعدیل وتوثیق کے اقوال موجود ہیں اور حافظ نے ان کو صدوق لکھا ہے لیکن ان کے بارے میں جرح مفسر موجود ہوتے ہوئے معدلین کے اقوال تعدیلیہ غیر مقبول ہوں گے۔ لان الجرح المفسر مقدم علی التعدیل وان کان المعدلون اکثر من الجارحین ولان من وثقہ لجلالتہ وصدقۃ وکلام الجارحین فیہ من قبل حفظہ فلاتخالف بین اقوال معدلیہ وجارحیہ مولوی عبدالحئی صاحب کا یہ فیصلہ ابن لہیعہ کے متعلق نہیں ہے بلکہ محمد بن اسحاق کے بارے میں ہے اوربالکل صحیح فیصلہ ہے۔ امام الکلام ص تک بغور پڑھیۓ۔ آپ ان کے ایک خاص راوری سے متعلق فیصلہ کو ہر مختلف فیہ راوی پرچسپاں کرنا چاہتے ہیں جوکسی طرح درست نہیں ہے۔ پھر آب نے صاحب الکلام کا کلام کاٹ چھانٹ کر نقل کیا ہے اوراسے سمجھنے کی بھی کوشش نہیں کی۔

(2) تعجب ہے کہ آپ ابن لہیعہ پر جرح کرنے والے محدثین کی جروح کو غیر مفسر مبین السبب قراردے رہے ہیں حالاں کہ تقریب تہذیب طبقات المدلسین میزان الاعتدالال مین جرح کے اسباب مذکورہیں۔

(1) تدلیس عن الضعفاء۔

(2) اختلاط فے آخر العمر بعد احتراق۔

کثرۃ مناکیر بسبب تساہل وکثرۃ خطا۔ کیا یہ جرحین مبہم ہیں اوران کا کوئی صحی ممل ہے؟ ہاں اگرکسی حدیث کے متعلق یہ تحقیق ہوجائے کہ بل احرتاق کتب وقبل وتخلیط کے تلمیذ نے وہ حدیث ان سے لی ہے اور ساتھ ہی ابن (3) لہیعہ نے اس میں ابن شیخ سے سماع کی تصریح کردی ہے توان یحیہ حدیث قابل احتجاج ہوگی ورنہ نہیں۔ آپ کی پیش کردہ وہ امارت والی حدیث میں اگرچہ ابن لہیعہ نےاپنے شیخ سے سماع کر تصریح کردی لیکن یہ نہیں معلوم ہے کہ ان کیے تلمیذ نے اس حدیث کوان کے ہاختلاط سے پہلے لیا ہے یا بعد میں اس لیے انی یہ روایت حجت اوردلیل نہیں ہوگی صرف تقویت واعتقاد واعتبار کےلیے اسے پیش کیا جاسکتا ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں : ماحدیث ابن لہیعہ بحجۃ وانی لاکتب کثیرا مما اکتب اعتبر بہ وہویقوي بعضہ بعض تہذیب تقی الدین ابن تیمیہ لکھتے ہیں : قال احمد قد اکتب حدیث الرجل للاعتبار بہ مثل ابن لہیعۃ

کا اس حدیث کوابنی کتب میں ذکر کردینا اوراس سے وجوب تامیر پراستدلال کرنا اوراس پر کلام کرنے سے سکوت اختیار کرنا حدیث مذکور کی صحت کی دلیل نہیں ہوسکتا ان کا سکوت مجدالدین ابن تیمیہ شوکانی نواب بوفالی (3) ابواداود اور منذری کے سکوت کی طرح نہیں ہے۔

کی حدیث مبحوث عنہ کی احادیث سے ہے۔ جن پر کلام کرنے سے ابوداور اورنذری نے سکوت اختیار کیا ہے اورحضرت عبداللہ بن عمرو ابوہریرہ اور ظاہر ہے کہ مجدالدین ابن تیمیہ کا اصل استدلال واحتجاج حضرت ابوسعید کوتقویت وتائید کےلیے ذکر کیا ہے اورہمارے نزدیک تو امام اورحافظ ابن حجر کا سکوت بھی ہمیشہ کسی حدیث کے حسن یا صحیح ہونے دلیل نہیں ہے اورکی معتبر محدث سے حدیث مبحوث عنہ کی تضعیف منقول نہ ہونا حدیث کے غیر ضعیف یعنی : صحیح یا حسن لذاتہ ہونے کو مستلزم نہیں ممکن ہے اس کے شواہد کی زجہ سے اس پر کلام کرنے کی ضرورت نہ محسوس کی ہو۔ ونیز تصحیح وتحسین وتضعیف کا دروازہ بند نہیں ہوا ہے۔ محمد بنا سحاق کے بابے کی حدیث : نہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان نستقبل القبلۃ ببول : کی سند میں تحدیث کی تصریح کردی ہے اس لیے تدلیس کا احتمال نہیں رہا اوران کی یہ روایت میں اصل ان کی توثیق وتعدیل ہے اورچون کہ انہوں ن حضرت جابر بر حسن لذاتہ یا صحیح لغیرہ ہوئی ہے۔

امام ترمذی کے قول : حدیث جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اصح من حدیث ابن لہیعہ کا یہ مطلب ہے کہ اس حدیث کا مسندات جابر سے ہونا یعنی : سلسلہ سند کا نہیں پر ختم ومنتھی ہوجانا صحیح ہے اورحدیث ابن لہیعہ یعنی حدیث کا مسندات ابوقتادہ سے ہونا غلط ہے۔ اصل اسم تفصیل کے معنی میں نہیں ہے۔

آپ ترمذی کے کلام حدیث فلاں عن فلاں اصح واحسن من حدیث فلاں کا معنی مقدمہ تحفۃ الاحوذی میں پڑھیے کبھی صیغہ تفصیل اپنی معنی میں ہوتا ہے اورکبھی اس میں تفصیل کا معنی ملحوظ نہیں ہوتا ونیز کبھی ہر دوحدیث ضعیف ہوتی ہے لیکن ایک قلیل الضعف اوردوسری کثیر الضعف۔ ایسے موقعع پر اصح یا احسن کالفظ بول کر یہ معنی کالفظ بول کر یہ معنی مراد لیتے ہیں ہذا اقل ضعفا ہذا وارجح منہ لان کلیھما صحیح او حسن والاول منھما اصح اواحن فتامل وقعۃ مجروح راوی اورضعیف روایت میں جرح کرنے اوراس کو ضعیف بتانے میں کوئی حرج نہیں نہ حقیر نہ عظیم بلکہ یہ توایک دینی کام ہے۔ ان وجوہ کی بنا پر ابن لہیعہ کے متعلق آپ کے جوابات میرے نزدیک صحیح نہیں ہیں۔ رہ گیا نفس مسئلہ وجوب نصب امیر تو یہاں اس پر کلام کرنا مقصود نہیں ہے اورنہ اس وقت اس کا موقع ہے۔

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

[فتاویٰ شیخ الحدیث مبارکپوری](#)

جلد نمبر 2۔ کتاب الإمارۃ

صفحہ نمبر 433

محدث فتویٰ